© rasailojaraid.com

فتنۂ وضع حدیث اور اس کا مکمل انسداد

مضمون "فہم قرآن" جو بُرہان میں اب تک مسلسل شائع ہوتا رہا ہے، اب کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ کتاب کی ترتیب مکمل ہو چکی ہے، جس میں حدیث کے اعتبار و استناد سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ذیل کا مضمون اُس کا ہی ایک ٹکڑہ ہے، مضمون جس ترتیب سے بُرہان میں شائع ہوتا رہا ہے، وہ ترتیب کتابی شکل میں بڑی حد تک بدل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض باتیں جو آپ گذشتہ بُرہان میں "تدوین حدیث" کے ماتحت پڑھ چکے ہیں، آپ کو اس مضمون میں بھی ملینگی، لیکن وہ ایک ڈیڑھ صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے عہد میں احادیث کی تدوین نہیں ہوئی۔ جو کچھ حدیثیں تھیں زبانوں پر تھیں۔ اور اسی طرح ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ اس تقریب سے منافقوں اور دشمنان اسلام کو احادیث وضع کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں میں اختلاط اور ارتباط پیدا کر کے احادیث موضوعہ کی نشر و اشاعت شروع کی اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچانے میں اپنے نزدیک کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ابن عدی کہتے ہیں "عبدالکریم بن ابی العوجار کو قتل کرنے کے لیے لیجایا گیا تو اُس نے کہا "میں نے چار ہزار احادیث جن میں حرمت و حلت کے احکام ہیں، وضع کر کر کے لوگوں میں پھیلا دی ہیں[1]۔

واضعین حدیث کے مختلف طبقے

علامہ سیوطی نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ جن لوگوں کی احادیث میں جھوٹ، وضع اور قلب پایا جاتا ہے اُن کی چند قسمیں ہیں بعض وہ لوگ ہیں جن پر زہد غالب تھا وہ

[1] تذکرۃ الموضوعات ص ۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احادیث کی حفاظت نہیں کر سکے یا اُن کی کتابیں ضائع ہوگئیں یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ میں نے جھوٹ اُس جماعت سے زیادہ کسی میں نہیں پایا جو اپنے تئیں خیر اور زُہد کی طرف منسوب کرتی ہے، بعض وہ لوگ تھے جو اگرچہ ثقہ تھے لیکن اُن کی عقلوں میں فتور آگیا تھا۔ اور وہ پھر بھی روایت حدیث سے باز نہیں آتے تھے، کچھ ایسے تھے جنہوں نے کوئی غلط روایت نقل کر دی۔ بعد میں اُنہیں اپنی غلطی کا علم بھی ہوگیا لیکن ازراہِ سخن پروری اُنہوں نے رجوع نہیں کیا۔ ان مختلف لوگوں کے علاوہ ایک زندیقوں کا طبقہ تھا جو قصداً شریعت کو برباد کرنے اور اسلام میں فتنہ و شر کا دروازہ کھولنے کی غرض سے احادیث وضع کرتا تھا، ان زنادقہ میں کچھ لوگ ایسے جری بھی تھے جو موقع پاکر اپنے شیخ کی کتاب اُٹھا لیتے اور اُس میں من گھڑت احادیث شامل کر دیتے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو کسی خاص عقیدہ و خیال کے پابند تھے اور اُس کو لوگوں میں مقبول بنانے کے لیے احادیث وضع کرتے تھے۔ ابن لہیعہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے ایک خارجی العقیدہ شیخ نے کہا جس نے آخر میں توبہ کرلی تھی۔ کہ ہم جب کسی امر کا ارادہ کرتے تھے تو فوراً اُس کے لیے ایک حدیث وضع کر لیتے تھے۔ حماد ابن سلمہ کہتے ہیں "میں نے ایک رافضی سے سُنا وہ کہتا تھا کہ ہم جب کسی چیز کو اچھا سمجھتے تھے تو اُس کے لیے ایک حدیث وضع کر لیتے تھے۔ محمد بن القاسم الطالکانی فرقہ مرجئہ کا سردار تھا۔ اپنے عقیدہ کے مطابق کثرت سے احادیث وضع کرتا رہتا تھا ان کے سوا کچھ وہ لوگ تھے جو ترغیب و ترہیب کے لیے وضع حدیث کو جائز سمجھتے تھے اور وہ ایسا کرتے بھی تھے[۱]

اسبابِ وضع حدیث وضع حدیث کے اسباب مختلف تھے اجمالاً انہیں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) سیاسی جھگڑے: حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے اختلاف کی وجہ سے خوارج اور شیعہ کے جو دو فرقے پیدا ہوگئے تھے اُن کو اپنے اپنے عقیدہ میں اتنا غلو تھا کہ حضرت علی اور حضرت

[۱] اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ ج ۲ ص ۴۶۸، ۴۶۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاویہ کی شان میں بے تکلف احادیث وضع کرتے اور من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار کی وعید کی ذرا پروا نہیں کرتے تھے۔ پھر بنو امیہ اور بنو عباس میں جو مستقل سیاسی رقابت قائم ہوگئی تھی اس نے اس چنگاری کو ہوا دے کر دہکتی ہوئی آگ بنا دیا۔ اسی قبیل میں وہ احادیث شامل ہیں جو عربی عصبیت اور عجمی خودداری کی کشمکش کے باعث اختراع کی گئیں۔

(۲) دوسری صدی کے وسط میں کلامی اور فقہی مسائل کا زور ہوا تو اپنی وجاہت علمی کو نمایاں کرنے کے لیے بعض لوگوں نے قصداً احادیث وضع کیں، اور چونکہ مسلمان ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے چاہتے تھے اس لیے بعض وضاعین نے اپنے نظریہ کی تائید کے لیے قصداً احادیث وضع کیں اور اُن کا عام چرچا کیا۔

(۳) شخصی حکومت کے استبداد کی وجہ سے بعض لوگ ایسی محکومانہ ذہنیت رکھتے تھے کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے سرکار دو عالم پر تہمت طرازی سے بھی باز نہیں آتے تھے۔ غیاث ابن ابراہیم کے متعلق مشہور روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ مہدی بن منصور کے پاس آیا۔ مہدی کو کبوتر بازی کا بہت شوق تھا۔ غیاث نے یہ دیکھتے ہی اُس کو خوش کرنے کے لیے حدیث وضع کردی لا سبق الا فی خف او حافر او جناح۔ مہدی نے اُس وقت تو خوش ہو کر غیاث کو دس ہزار درہم دلا دیے لیکن جب وہ جانے لگا تو مہدی نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری گدی اس شخص کی سی ہے جو رسول اللہ کی طرف غلط احادیث منسوب کرتا ہو۔ رسول اللہ نے او جناح نہیں فرمایا ہے۔ تو نے ہم سے تقرب حاصل کرنے کے لیے اس لفظ کا اضافہ کر دیا ہے۔"

غرض یہ ہے کہ یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے دشمنانِ اسلام نے احادیث موضوعہ کا انبار لگا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان وضاعین کی نامراد کوششوں کی وجہ سے حدیث کا تمام ذخیرہ ناقابلِ اعتبار و استناد قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا ان فتنہ پردازوں کے جواب میں ائمہ دین اور علماء اسلام نے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدیم النظیر کوششیں کی ہیں وہ سب بیکار و بے فائدہ رہیں؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ان ذخائر میں امت کا جادو چل گیا اور اب ہم اس قابل نہیں ہیں کہ کسی ارشاد نبوی پر بھروسہ کرسکیں؟ کیا یہ درست ہے کہ "وضع و کذب کے دریا" میں حقانیت و صداقت کے چند قطرے ایسے رل مل گئے ہیں کہ اب اُن کا کہیں سراغ نہیں لگ سکتا؟ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید نے جس ذاتِ گرامی کو خود "اسوۂ حسنۃ" کہا تھا، ان افتراپرداز افسانوں کی ملعون حرکات کے باعث اُس کے اقوال و افعال اب ایسے تاریک پردوں میں مستور ہوگئے ہیں کہ ہم اُن سے کوئی روشنی حاصل کرکے اپنے ظلمتکدۂ حیات کو روشن نہیں بنا سکتے؟ اور یہ جو قرآن نے ولکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ کا اعلان کرکے ہم کو اسوۂ نبوی کی پیروی کی دعوت دی تھی، یہ سراسر بے کار رہی؟

عہد صحابہ میں عدم کتابت حدیث کی وجوہ

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے ہم کو اُن روایات و آثار پر ایک نظر ڈالنی چاہیے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام احادیث کے ساتھ کتنا اعتنا کرتے تھے اور اُن کو کس طرح حرزِ جان بنا کر رکھتے تھے۔ اس قسم کی روایات پہلے گذر چکی ہیں، یہاں اُن کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کو احادیث کا اتنا اہتمام تھا تو اُنھوں نے احادیث کی کتابت کیوں نہیں کی، اور کسی نے ایسا کرنا چاہا تو اُسے اس کی اجازت کیوں نہیں دی۔ جواب یہ ہے کہ فرطِ احتیاط کے باعث صحابہ سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کو لکھیں اور کوئی شخص اُن میں کمی بیشی کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا غلط انتساب کردے تو اس کی ذمہ داری لکھنے والے پر عائد ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اجلۂ صحابہ چاہتے تھے کہ قرآن و حدیث میں مرتبہ کے اعتبار سے فرق باقی رہے۔ کتب میں مدون ہوجانے کے باعث ایسا نہ ہو کہ لوگ قرآن کو بھول جائیں، اور اپنی تمام توجہ حدیث پر مبذول کردیں۔ روایات و آثار سے ان دونوں باتوں کی تائید ثابت ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا "ہر وہ شخص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس نے کچھ احادیث لکھ رکھی ہوں میں اُس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اُس سے رجوع کرلے اور انہیں مٹا دے۔ پھر فرمایا۔

فانما هلك الناس حيث اتبعوا	لوگوں نے جب کبھی اپنے علماء کی احادیث کا
احاديث علمائهم وتركوا كتاب	کا اتباع کیا اور اپنے رب کی کتاب چھوڑ دی
ربهم	ہلاک ہوگئے۔

(اس روایت میں "احادیث علمائھم" کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں)

حضرت ابو سعید خدری سے کسی نے کہا کہ "آپ جو احادیث نقل کرتے ہیں کیا ہم ان کی کتابت نہ کریں؟" فرمایا "ہم تم کو کتابت نہیں کرائینگے، تم ہم سے روایات اسی طرح بیان کرو جس طرح ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں"۔

قرن اول میں کتابت حدیث سے اجتناب حدیث سے بے اعتنائی پر نہیں، بلکہ روایت حدیث میں کمال احتیاط پر مبنی تھا۔ زہری جلیل القدر محدث تھے اور اُن کا مشغلہ ہی درس وتدریس حدیث تھا لیکن کوئی مرتب مجموعۂ احادیث اُن کے پاس بھی نہیں تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں "لم يكن مع ابن شهاب كتابٌ الا كتابٌ فيه نسبُ قومهٖ" علامہ قرطبی نے امام مالک کا ایک اور قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لم يكن القوم يكتبون انما كانوا	لوگ پہلے لکھتے نہیں تھے، صرف یاد رکھتے
يحفظون، فمن كتب منهم الشئ	تھے۔ ان میں سے کوئی کوئی اگر کچھ لکھتا بھی تھا
فانما كان يكتبه ليحفظه فاذا	تو صرف یاد کرنے کے لیے لکھتا تھا یاد ہو جانے
حفظه محاه [1]	کے بعد اُسے مٹا ڈالتا تھا۔

[1] یہ سب روایتیں میں نے جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۶۳ سے لی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مقام پر ایک اور روایت کا نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے عدم کتابت حدیث کے وجوہ و اسباب پر کامل روشنی پڑتی ہے۔ عبدالرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "ایک مرتبہ مجھے اور حضرت علقمہ کو کہیں سے ایک صحیفہ مل گیا۔ ہم دونوں اسے لے کر غروب آفتاب کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے اور دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جاریہ سے فرمایا" دیکھنا دروازہ پر کون ہے؟ جاریہ بولی علقمہ اور اسود۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ہم کو اجازت دیدی۔ گھر میں داخل ہو کر ہم نے وہ صحیفہ دکھایا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے حضرت عبداللہ نے جاریہ کو طشت میں بھر کر پانی لانے کا حکم دیا۔ جاریہ نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے فوراً پانی سے بدست خود اس صحیفہ کو مٹانا شروع کر دیا اور نحن نقص علیك احسن القصص پڑھنے لگے۔ ہم نے کہا" ذرا اس کو دیکھ تو لیجیے اس میں ایک عجیب حدیث ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پھر بھی نہ مانے اور اس صحیفہ کو مٹاتے ہی رہے اور پھر فرمایا۔

ان ھذہ القلوب اوعیۃ	یہ دل برتن ہیں۔ ان کو تم قرآن مجید
فاشغلوھا بالقرآن ولا تشغلوھا	سے پُر کرو اور اس کے غیر سے
بغیرہ۔	مت بھرو۔

ابو عبیدہ جو اس قصہ کے ایک راوی ہیں اور سند میں مذکور بھی ہیں کہتے ہیں:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ اہل کتاب سے لیا گیا تھا۔ اس لیے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو دیکھنا بھی مکروہ سمجھا[1]۔

غرض یہ ہے کہ یہ وجوہ تھے جن کی بنا پر عہد صحابہ میں ایک طرف کتابت و تدوین حدیث نہیں ہوئی اور دوسری طرف انہوں نے احادیث کے قبول کرنے اور ان کی جانچ پڑتال کرنے میں کافی اہتمام

[1] جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنا شروع کر دیا تاکہ احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متاثر ہو جائیں۔

قبول حدیث میں صحابہ کی احتیاط

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا، ہم احادیث قبول کرتے تھے لیکن جب لوگ اس طرح کی باتیں کرنے لگے تو ہم نے آپ سے روایت کرنا ترک کر دیا"[۱] ایک اور حدیث اس سے بھی زیادہ واضح ہے بشیر العدوی کہتے ہیں "میں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اُن کے سامنے روایت بیان کرنے لگا۔ لیکن حضرت ابن عباس نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ میں نے کہا" ابن عباس! میں دیکھتا ہوں کہ آپ میری حدیث نہیں سُنتے" فرمایا "ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے قال رسول اللہ کہتا تو ہماری نگاہیں فوراً اُس کی طرف اُٹھ جاتیں اور ہم بڑی توجہ سے وہ روایت سُنتے تھے لیکن اب جبکہ لوگوں نے خلط ملط کر دیا ہے ہم اُن سے صرف وہی روایتیں قبول کرتے ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں"[۲]

اس احتیاط کی وجہ سے اگر کوئی صحابی اُن میں سے کسی کے پاس کوئی کتاب لاتا تو وہ اُس میں جتنے حصّہ کو صحیح سمجھتے رہنے دیتے اور باقی کو قلمزد کر دیتے تھے۔ سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی شخص ایک کتاب لایا اُس میں حضرت علی کا کوئی فیصلہ تھا۔ حضرت ابن عباس نے تھوڑے سے حصّہ کو رہنے دیا اور باقی کو مٹا دیا۔[۳]

بے تحقیق روایت پر وعید

کسی روایت کو سُننے کے بعد اُس کو اگر بیان کرنا چاہتے تو پہلے اُس کی خوب چھان بین کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی۔

کفیٰ بالمرءِ کذباً ان یحدّث	ایک آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی
بکل ما سمع[۳]	ہے کہ وہ ہر اُس چیز کو بیان کرے جسے سُنے۔

[۱] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء، [۲] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء، [۳] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے پیش نظر رہتا تھا۔ پھر اس کے علاوہ آپ نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی۔

سیکون فی اخر امتی رجال یحدثونکم	آخر اُمت میں ایسے لوگ آئینگے جو تم سے ایسی
مالم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم	حدیثیں بیان کرینگے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور
فایاکم وایاھم[۱]	نہ تمہارے آبا نے تم اُن سے بچتے رہنا۔

حضرت عبداللہ فرماتے تھے۔

ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ	شیطان مرد کی صورت میں متمثل ہو کر ایک
الرجل فیاتی القوم فیحدثھم	جماعت کے پاس آئیگا اور اُن سے جھوٹ
بالحدیث من الکذب فیتفرقون	حدیث بیان کریگا جس کی وجہ سے وہ لوگ
فیقول الرجل منھم سمعت رجلاً	متفرق ہو جائینگے اور اُن میں کا ایک شخص
اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ	کہیگا کہ میں نے یہ حدیث ایسے شخص سے سُنی
یحدث[۲]	ہے جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں لیکن اُس کا
	نام نہیں جانتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ صحت حدیث کی تحقیق میں بہت اہتمام کرتے تھے جب تک اُنھیں راوی سے پورا تعارف نہ ہوتا وہ کسی حدیث کو یوں ہی قبول نہیں کرتے تھے۔

کثرت روایت سے اجتناب جو لوگ کثرت سے روایت کرتے تھے صحابہ کرام اُنھیں اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ایسے حضرات سے کسی روایت کے باب میں غیر محتاط رہنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

طاہر جزائری لکھتے ہیں:۔

اذ الاکثار مظنۃ للخطاء والخطاء	کیونکہ کثرت روایت سے خطا کا احتمال ہوتا ہے

[۱] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء، [۲] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء

© rasailojaraid.com

فی الحدیث عظیم الخطر (توجیہ النظر فصل الثالث) اور حدیث میں خطا بڑے خطرہ کا سبب ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کثیر الروایۃ صحابی تھے حضرت عمرؓ نے ان پر سختی کی کہ وہ کثرت سے روایت نہ کیا کریں تو حضرت ابو ہریرہ نے بطور معذرت فرمایا۔

ان الناس یقولون اکثر ابو ہریرۃ ولولا آیتان فی کتاب اللہ ما حدثت حدیثا ثم یتلوا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات الی قولہ الرحیم ان اخواننا من المہاجرین کان یشغلہم الصفق بالاسواق وان اخواننا من الانصار کان یشغلہم العمل فی اموالہم وان ابا ہریرۃ کان یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشبع بطنہ و یحضر ما لا یحضرون و یحفظ ما لا یحفظون[1]

لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ کثرت سے روایت کرتا ہے۔ اگر قرآن مجید میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث روایت نہ کرتا۔ اس کے بعد آپ آیت ان الذین یکتمون الآیۃ پڑھتے پھر فرماتے ہمارے بھائی مہاجرین بازار کے لین دین میں لگے رہتے تھے۔ اور ہمارے بھائی انصار اپنے اپنے مالی معاملات میں معروف رہتے تھے ان کے برخلاف ابو ہریرہ پر شکم ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا۔ اور جبکہ انصار و مہاجرین نہ ہوتے تھے، ابو ہریرہ ہوتا تھا، اور جسے وہ یاد نہیں کر سکتے تھے ابو ہریرہ یاد کرتا تھا۔

اس احتیاط کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت تھی جو بہت کم روایت کرتی تھی ان میں حضرت ابو بکرؓ، زبیرؓ، ابو عبیدہؓ، عباس بن عبد المطلب رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ مشہور ہیں۔ اور بعض

---

[1] صحیح بخاری باب حفظ العلم۔

© rasailojaraid.com

بعض صحابی تو وہ تھے جو روایت ہی نہیں کرتے تھے، مثلاً سعید بن زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمرؓ خود بھی روایت کم کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی قلت روایت کی تاکید کرتے تھے مسلمانوں کا ایک لشکر عراق کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے انھیں خطاب کرکے ارشاد فرمایا :-

جوّدوا القرآن واقلّوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	قرآن خوب اچھی طرح پڑھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کرو۔

بلکہ بعض اوقات تو غلط احادیث کی اشاعت کے خوف سے روایت حدیث کی ہی ممانعت کر دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کرکے فرمایا "تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہو جن میں تم خود مختلف ہوتے ہو۔ تمہارے بعد جو لوگ آئینگے وہ اس سے بھی زیادہ اختلاف کرینگے، پس رسول اللہ کی حدیث بیان مت کیا کرو۔ اور تم سے کوئی بات دریافت کی جائے تو کہو" ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اُس کے ہی حلال کو حلال اور اُس کے حرام کو حرام سمجھو۔[۲]

حدیث پر شہادت پھر اُن کے سامنے کوئی معروف ثقہ شخص بھی حدیث بیان کرتا تو اُسے بغیر شہادت کے قبول نہیں کرتے تھے۔ شہادت کے بعد اُس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت قطعی ہو جاتا تو اُس پر سختی کے ساتھ عامل ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ "فلاں شخص جس کا انتقال ہو گیا ہے میرا نواسہ تھا، اور میں اُس کی نانی ہوں۔ متوفی کی میراث سے مجھ کو حصہ دلا دیجیے" آپ نے فرمایا" تیرے متعلق نہ تو کتاب اللہ میں کچھ ہے اور نہ سنت میں ہونے کا مجھ کو علم ہے، لوگوں سے دریافت کرونگا، پھر بتاؤنگا" آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا" آنحضرت صلی اللہ علیہ

[۱] جامع بیان العلم وفضلہ للقرطبی۔ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلم نے میرے سامنے نانی کو چھٹا حصّہ دلایا ہے" حضرت ابوبکر بولے "تمہارا کوئی شاہد بھی ہے؟" محمد بن سلمہ نے شہادت دی کہ ہاں میرے سامنے رسول اللہ نے نانی کو چھٹا حصّہ دلایا ہے[۱]۔ خلیفہ اوّل نے یہ سن کر اُس عورت کو بھی سدس دلا دیا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید الخدری سے روایت ہے "ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوموسیٰ گھبرائے ہوئے آئے لوگوں نے اس گھبراہٹ کا سبب پوچھا۔ بولے "میں حضرتِ عمرؓ کی دعوت کے مطابق اُن کے مکان پر حاضر ہوا تھا۔ دروازہ پر تین مرتبہ دستک دی جواب نہیں ملا تو واپس چلا آیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک ملاقات میں حضرت عمرؓ نے پوچھا "تم فلاں دن آئے نہیں؟ میں نے پورا قصّہ نقل کر دیا اور ساتھ ہی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" تم میں سے کوئی شخص کسی کے مکان پر جا کر تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اُس کو جواب نہ ملے تو اُسے واپس آجانا چاہیے" حضرت عمرؓ یہ سُن کر بولے "اس حدیث پر اپنا کوئی گواہ لے کر آؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا" اہل مجلس نے کہا "ہمارا سب سے چھوٹا اس کی شہادت دیگا۔ چنانچہ میں (ابوسعید الخدری) اُٹھا اور حضرتِ عمرؓ کے روبرو حاضر ہو کر شہادت پیش کی، خلیفہ ثانی بولے "ابوموسیٰ! میں تم کو متہم نہیں کرتا (ناقابل اعتبار نہیں سمجھتا) لیکن یہ معاملہ حدیث کا تھا، اس لیے گواہ کی ضرورت تھی[۲]۔

مسور بن مخرمہ کا بیان ہے" ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک ساقط بچہ کے بارہ میں مشورہ کیا مغیرہ بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر تم سچے ہو تو اس پر شہادت پیش کرو" محمد بن مسلم بولے "میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فیصلہ کیا تھا[۳]۔

ایک واقعہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ مسجد کی توسیع کے لیے

---

[۱] مستدرک حاکم و ابوداؤد باب میراث الجدۃ [۲] صحیح بخاری، باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً [۳] ابوداؤد باب دیۃ الجنین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عباس سے زمین طلب کی۔ اُنھوں نے انکار کر دیا اور حدیث بیان کی کہ آپ زیادتی نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس پر گواہ پیش کیجیے ورنہ اچھا نہیں ہوگا" حضرت عباس نے ایک جماعت انصار سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمرؓ کے سامنے ان لوگوں نے تصدیق کی کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے، خلیفۂ دوم نے یہ سُن کر فرمایا:-

انی لم اتھمك ولکنی احببت ان اتثبت ۔[1]	میں آپ کو ناقابل اعتبار نہیں جانتا لیکن چاہتا تھا کہ تصدیق کرلوں۔

حضرت علیؓ کا بھی معمول تھا کہ اُن کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا تو آپ اُس سے قسم لیتے تھے۔[2]

قبول حدیث کے معاملہ میں یوں تو تمام صحابہ اور خصوصًا حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سبھی محتاط تھے لیکن اولیت کا سہرا خلیفۂ اول حضرت ابو بکرؓ کے سر ہے چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

وکان اوّل من احتاط فی قبول الاخبار۔	حضرت ابو بکر قبول اخبار میں سب سے پہلے احتیاط کرنے والے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے متعدد حدیثوں پر شہادت طلب کر کے تثبت فی النقل کی سُنت جاری کر دی اور لوگوں کو یہ بتا دیا کہ ایک حدیث کو دو ثقہ راوی بیان کریں تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔

امام ذہبی حضرت عمرؓ کے حالات میں فرماتے ہیں:-

وھو الذی سنّ للمحدثین التثبت فی النقل	حضرت عمرؓ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے محدثین کے لیے تثبت فی النقل کی سُنت جاری کی۔

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ذکر حضرت علی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر حضرت ابوموسیٰ والا مندرجۂ بالا واقعہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

احبّ عمرُ ان یتأکّد عنده خبر ابی موسیٰ بقول صاحب آخر ففی هذا دلیلٌ علیٰ انّ الخبر اذا رواه ثقتان کان اقویٰ وارجح ممّا انفرد به واحدٌ وفی ذلک حضٌّ علی تکثیر طرق الحدیث لکی یرتقی عن درجة الظن الیٰ درجة العلم اذ الواحد یجوز علیه النسیان والوهم ولا یکاد یجوز ذلک علی ثقتین لم یخالفهما احدٌ [1]

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ابوموسیٰ کی حدیث کسی دوسرے شخص کی شہادت سے موکد ہوجائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی خبر کو دو ثقہ آدمی بیان کریں تو وہ حدیث منفرد کی بہ نسبت زیادہ قوی اور قابل ترجیح ہوجاتی ہے، اور حضرت عمرؓ نے ایسا کرکے طرق حدیث کی کثرت پر بھی لوگوں کو برانگیختہ کیا ہے تاکہ وہ درجۂ ظن سے نکل کر درجۂ علم کی طرف آجائے کیونکہ واحد کے متعلق تو یہ احتمال رہتا ہے کہ اس پر بھول اور وہم طاری ہوگیا ہو لیکن دو ثقہ جن کی کسی نے مخالفت نہ کی ہو انکی نسبت ایسا احتمال صحیح نہیں ہوسکتا

امام ذہبی کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی اس احتیاط پسندی اور تشدد نے محدثین کے لیے شمع ہدایت کا کام کیا۔ یعنی اُن کے طرز عمل سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ کوئی حدیث کس وقت قبول کرنی چاہیے اور اُس کا معیار کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو حدیثیں رائج تھیں صحابۂ کرام اُن کو بے تکلف قبول کرلیتے تھے۔ حضرت معاویہ فرماتے تھے۔

علیکم من الحدیث بما کان فی عهد عمر فانه کان قد اخاف

حضرت عمرؓ کے عہد میں جو احادیث رائج تھیں تم اُن کو مضبوط پکڑلو کیونکہ اُنہوں نے لوگوں کو

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الناس فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؎	رسول اللہؐ سے احادیث روایت کرنے سے ڈرا دیا تھا۔

طلب حدیث کے لیے سفر صحابۂ کرام جس طرح بے تحقیق روایت و حدیث کے قبول کرنے سے اجتناب کرتے تھے ان کو اگر معلوم ہوتا کہ کسی دور دراز مقام پر کسی ثقہ کے پاس کوئی حدیث ہے تو اُس کو حاصل کرنے کے لیے سفر کے دشوار گذار مرحلوں کو طے بھی کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کو معلوم ہوا کہ شام میں (ایک مہینہ کی مسافت پر) عبد اللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث ہے۔ اُنہوں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک اونٹ خریدا، اور خدا کا نام لے کر روانہ ہوگئے۔ ایک مہینہ کی مسافت طے کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہنچے، عبد اللہ بن انیس کے مکان پر دستک دی وہ باہر آئے تو اُنہوں نے گلے لگا لیا، آنے کی وجہ دریافت کی۔ بولے میں نے سُنا تھا کہ آپ کے پاس سرکار رسالتمآب کی ایک حدیث ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اُس حدیث کو سُنے بغیر ہی مر جاؤں۔ پھر وہ حدیث حاصل کی ؎

؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ، ؎ امام بخاری نے اس روایت کو بتمام و کمال ادب المفرد میں اور امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اپنے اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی باب فی طلب العلم کے ترجمہ میں اس کا ایک ٹکڑہ نقل کیا ہے۔

© rasailojaraid.com